

خانوادہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے متعلق دروایتوں کی تحقیق و تنقید

جناب محمد عضد الدین خاں صاحب ایم اسٹیبل، ایل بی۔ ادارہ علم اسلام میں مسلم یونیورسٹی ڈیگری تاریخ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے کسی خاص نقطہ نظر یا کسی انوکھی بات کو ثابت کرنے کے لئے چند فرضی واقعات وضع کر لیتے ہیں اور ان کو تحقیقت بنتا کر پیش کرتے ہیں پھر بعد کے لکھنے والے ان داستاؤں کو صحیح سمجھ کر انہیں بنیا دوں پر نئی عمارت تعمیر کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح سے تاریخ کا ایک تیاری مرخ ہو جاتا ہے مگر جب ان کا تاریخی حقائق کی روشنی میں بچڑی کیجا تا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان دلائل کی اصل بنیاد و فضیلت لوفیضیخی واقعات ہی تھے۔ اس طرح کے واقعات ہر دوسرے اور ہر ہر ملک کی تاریخ میں ملتے ہیں مگر ہمارے اسلام اور بزرگان دین کے سلسلے میں اس طرح کا طریقہ زیادہ و استعمال کیا گیا ہے۔ کسی نے اپنے ایک گروہ یا کسی خاص فرد کی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے کوئی قصہ گزدہ دلا تو بھی کسی کو نیچا دکھانے کے لئے کوئی داستان مرتب کی گئی اور کہیں کسی اختلاف کو اور زیادہ اہمیت دینے کے لئے کوئی نئی بات تراشی گئی۔ ہمارے ان بزرگوں اور مشائخ کے سلسلے میں ان خطط و ایات کو پرکھتے اور ان پر تنقید کرنے کی بہت کم کوشش کی گئی ہے۔ کیونکہ یہ واقعات یا تو کسی بڑے بزرگ کی تربیت یا ان کے قلم سے منسوب ہوتے ہیں یا

ان سے متعلق ہوتے ہیں۔ اس نے ان کی طرف اس طرح کی منسوب روایات کو نقہ کی کسوٹی پر کستا سور ادین تصور کیا جاتا ہے۔ چاہے بھلہ ہی ان واقعات کی وجہ سے کی شخصیت مجموع ہوتی ہو۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے خاندان کے دوسرے بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تک ذمی و احات گڑھنے والوں کی چربیاں ذمی سکے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے متعلق یہ کہا گیا کہ شیخہ حضرات ان سے اس تھے کہ تواب بخفیف (ت ۱۹۷ھ ۱۸۸۲ء) نے بوراؤی کے مطابق بہت ہی متعصب و ظالم (۱) شاہ ولی اللہ صاحب کے ہمپی اتروا کر ہاتھ بیکار کر دیئے تھے تاکہ وہ کوئی آزمضبوون نہ تحریر کر سکیں؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور ان کے بھائی شاہ رفیع الدین صاحب، میں یہ بتایا گیا کہ اسی نجف خان نے،

(۲) «شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور شاہ رفیع الدین صاحبؒ کو اپنی قلمرو سے نکال اور ہر دو صاحبان مع زنانوں کے شاہدرہ تک پسیل آئے تھے»

(۳) «اس کے بعد مولانا فخر الدین صاحب کی سی سی سے زنانوں کو تو سواری مل گئی وہ پھلت رواش ہو گئے تھے مگر شاہ رفیع الدین صاحبؒ اور شاہ عبدالعزیز کو سواری بھی نہ ملی تھی تھی»

(۴) «اور شاہ رفیع الدین تو پسیل لکھنؤ پلے گئے تھے اور شاہ عبدالعزیز صاحبؒ جو نپور پلے گئے تھے کیونکہ نہ ان دونوں کو سوار ہونے کا حکم تھا اور نہ سامنے

(۵) «اور دو ذمہ رواضن نے شاہ صاحب کو زبردیا تھا اور ایک مرتبہ چپکل، پلوادیا تھا جس سے شاہ صاحب کو برص اور جذام ہو گیا تھا»

(۶) «اور جنپور کے سفریں شاہ صاحب کو لو بھی لئی تھی جس سے مزارج میں سے پسیا ہو گئی تھی جس سے جو اقہمی میں بیٹائی جاتی رہی تھی۔ اور ہمیشہ سخت

مندرجہ بالا تمام فرضی واقعات کی تفصیل میں یہاں جانے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ان کا تاریخی پتھری پوری شرح و سط کے ساتھ پہلے ہی کرچکا ہوں گے یہاں شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ سے متعلق دو اور روایات کا تاریخی چائزہ لینا مقصود ہے۔
(۱) پہلی روایت مناقب فریبی کے صنف احمد انقرمزا کی ہے حضرت شاہ قرقالدین صاحب کے حالات کے سلسلے میں لکھتے ہیں :-

”درپی میں مشہور ہے کہ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اور شیخ صاحب رزیڈنٹ سے حضرت ہی نے صفائی کرائی ہے۔“

(۲) دوسری روایت کا تعلق مناقب فریبی کے مؤلف فائزی الدین خان نقشم کے مندرجہ ذیل بیان سے ہے -

”فرزندان شاہ ولی اللہ مغفور را درآجی متصدیان سلطانی از حوالی علیحدہ ساختہ وحیلی را به ضبط آورہ یو دند۔ آں حضرت پروحیلی مبارک جا دارند و غم خواری فرمودند وحیلی مذکور را از جانب سلطان یہ اشان دانیں یہاں

لہ امیر الولایات صہیت۔ گہ بڑان فرمیرا۔ سے مناقب فریبی مطبع احمدی دہلی ۱۳۷۷ء۔“
”ہے مناقب فریبی کے صنف کا نام تاریخ مثلاً چشت میں نظام الملک مذکور ہے لیکن اصل مصنف نظام الملک کے پوتے فائزی الدین خان نقشم ہیں، جیسا کہ خود مناقب فریبی میں ہی تحدی وجہ لکھا ہے۔ اس کتاب کے شروع میں بھی مصنف نے شاہ فرق صاحب کے والد صاحب کے حالات کے سلسلے میں لکھا ہے۔

”دی جلد مرعوم عجی اللہ عنہ نوب نظام الملک آصف جاہ تیز شرف بیوت درخت اک نسل الہبی داشت یہ (مناقب فریبی صہیت)۔ یہ کتاب ماسی اصل مصنف فائزی الدین خان نظام کے نام سے دہلی سے ۱۵۳۴ء میں شائع بھی ہو چکی ہے۔ مولانا آزاد لاہوری ملی گزمه میں اس کتاب کے دو لفی نسخے بھی اسی اصل مصنف کے نام سے موجود ہیں۔“

و باغعاڑا اکرام در آں جارسانیدند۔
مناقب فریدی کی مذکورہ بالا روایت ہی کی اساس پر پروفیسر خلیق احمد نظافتی تایخ
مشکلہ چشت میں رقمطراز ہے :-

”حضرت شاہ فخر صاحب کا دہلی میں بڑا اثر و اقتدار تھا۔ لکھا ہے
کہ ایک مرتبہ ALEXANDER SETON ریزیڈنٹ دہلی سے شاہ عذر ریز
صاحب کا جگہ ڈا ہو گیا حضرت شاہ فخر صاحب نے درمیان میں صفائی کرائی۔“
اس روایت کی ثقابت کا اندازہ لگانے کے لئے دہلی کے ریزیڈنٹ سینین اور
حضرت شاہ فخر صاحب کے حالات اور ان کی تاریخوں کا جانتا ضروری سمجھ۔
دہلی پر ستمبر ۱۸۵۷ء میں لارڈ لیک LORD LAKE نے قبضہ کر لیا اور اس تایخ
ہی سے وہاں پر ایسٹ انڈیا کمپنی کا باقاعدہ تسلط ہو جاتا ہے۔ اسی سال سے دہلی کے
علاقے کی وجہ بحال کے لئے ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایک ریزیڈنٹ رہنے لگتا ہے۔ انگریزوں
نے سب سے پہلا بوجہ ریزیڈنٹ مقرر کیا وہ تھا سر ڈیوڈ اوکٹلوفی SIR DAVID OCTOBERLOWNE
یہ پہلا ریزیڈنٹ دہلی میں پہلی پارٹ ۱۸۵۸ء سے ۱۸۶۰ء تک ریزیڈنٹ رہتا ہے۔ اس کے
بعد اس کی جگہ دوسرا ریزیڈنٹ سینین ہوتا ہے جو اس عہد سے پرست ۱۸۶۱ء سے ۱۸۶۴ء تک
رہتا ہے۔ دہلی میں انگریز ریزیڈنٹ اور لجنت کا یہ سلسہ ۱۸۵۸ء تک جاری رہا۔

لہ مناقب فرمیہ از غازی الدین خاں نظام ص ۱۳ مطبع احمدی دہلی TWILIGHT OF THE
سلہ شین کاتام پر وفیر پی اسپر TWILIGHT OF THE MUGHALS نے اپنی کتاب
میں چارلس شین (CHARLES SETON) دیا ہے (۱۸۹۲)۔ واقعات دار الحکومت دہلی
حصہ اول کے ۱۹۲ پر مولوی بشیر الدین احمد دہلوی نے اس کاتام آرچی بولڈ شین دیا ہے۔
سلہ تاریخ مشکلہ چشت (دہلی ۱۸۹۵ء) ص ۱۹۳۔

۲۷ TWILIGHT OF THE MUGHALS دہلی ریزیڈنٹی ایشٹ لیکنی ص ۱۰۰
لہ، لہ دہلی ریزیڈنٹی ایشٹ لیکنی ص ۱۰۰ و علم و عمل (وقائع عبدالقدار غفاری) ص ۳۵۔

جب کہ آخری ایجنت سائین فہریز قدر کے دوران قتل ہو جاتا ہے۔
جیسا کہ ابھی ہم نے دیکھا انگریزوں کا باقاعدہ سلطنت دہلی پرستھلہ میں ہوا۔ جبھی
سے ریزیڈنسی کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور اس سلسلے کا دوسرا ریزیڈنسی سیشن تھا جو
لٹھائے میں اپنے اس عہدے پر فائز ہوا۔ اور پہنچ اتفاق ہے کہ حضرت شاہ فخر صاحب
سیشن کے ریزیڈنسی ہونے سے تقریباً اکیس سال پہلے ۲۷ اگosto ۱۹۹۹ء پر طالب
منی ۱۸۵۴ء میں انتقال فرماجاتے ہیں۔ اس لئے حضرت شاہ فخر صاحب کی وساطت کا
سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

سطور بالا سے تو یہ ثابت ہوا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز اور سیشن کے مابین حضرت
شاہ فخر صاحب کے بیچ بجاو کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اب آئیے یہ دیکھیں کہ شاہ صاحب اور سیشن میں کبھی کوئی نزاع ہوا بھی تھا یا
نہیں؟

تاریخ میں ہم کو صرف مناقب فردی کے مصنف ہی کا حوالہ ملتا ہے جس میں
انہوں نے اس جگہ کے ذکر کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب یا ان کے ہم عصر تذکرہ
نگاروں یا شاہ صاحب کے تلامذہ کی تصانیف میں کہیں بھی اس جگہ کے ذکر موجود
نہیں ہے۔ یہاں تک کہ خود مناقب فردی سے قبل کے لئے شاہ فخر صاحب کے بھی کسی
تذکرے میں اس واقعہ کا کوئی حوالہ نہیں۔ اس کے برخلاف خود شاہ عبدالعزیز صاحب کے
ملفوظات میں متعدد ایسی روایات ہیں جن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ شاہ صاحب
کا سیشن سے جگہ کے کا سوال ہی نہیں ہوتا، بلکہ سیشن شاہ عبدالعزیز صاحب کا غالباً
معتقد تھا اور ان کا بڑا احترام کرتا تھا۔

ملفوظات شاہ عبدالعزیز میں سیشن کے سلسلے میں یوں ذکر ہے:-

”سیشن ہم دو سہ بار آمد لیکن جاہل پر تملق چتا پھر روزے بر لئے

دیدن مولد در شہر کہتہ رفت و قصد کرد، جائے مولدم بنائے طیار کند
چنانچہ بنائکردہ مگر درست نشده چنانچہ حسب ذکر پر سیدہ بود۔“

ترجمہ:-“سین دو تین بار میرے پاس آیا ہے لیکن وہ جاہل اور
خوشادی ہے۔ چنانچہ ایک دن میری جائے پیدائش کو پرانے شہر
(دہلی) میں زیکری گیا تھا اور وہاں ایک حارت (بلطور یادگار) بوانے کا
ارادہ ظاہر کیا تھا چنانچہ ایک عمارت بناوائی تھی مگر وہ درست نہ تھی،
جیسا کہ عسب ذکر دریافت کیا گیا تھا۔“

اسی صفحہ پر ایک اور عبارت سین متعلق اس طرح ہے:-

”ارشاد شد کہ سین انگریز سوال کرو کہ باعث این پیشہ کیا
پاہ شہر کہتے بعض شیرین شدہ است گفتم از و جہت ...“
ترجمہ:- ارشاد فرمایا کہ سین انگریز نے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے
کہ پرانے شہر کے کنوؤں کا پانی کہیں نہیں میدھنا ہو گیا ہے۔ میں نے جواب
دیا کہ یہ وجہ ہے ...“

ایک اور جگہ مفہومات میں سین کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ہے:-

”باز ترمود کہ سین صاحب کے قابن درست بود و نہ راہم طلبیہ
بود و قی خواست کہ ہے یا نہ ...“

ترجمہ:- پھر فرمایا کہ سین صاحب جو ایک قابل درست تھے
انہوں نے مجھے اپنے مکان پر بلایا تھا اور ان کی تواہش تھی کہ میں (کبھی
کبھی) ان کے پاس جایا کروں -

ذکورہ بالا اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ سین بھی دیگر امراء و روسار کی

طرح شاہ عبدالعزیز صاحب سے عقیدت منداشت طور پر ملتا تھا چونکہ مفہومات

یعنی شاہ صاحب کی وفات سے تقریباً چھ سال قبل سے مرتب ہونا شروع ہوا ہے۔ اس لئے شاہ صاحب، اور سیٹن میں الگ بھی جگہدا ہوا بھی ہوتا تو شاہ صاحب یا خود مفہومات کے جامع اس کا ذکر کرتے۔ اس وقت سیٹن ریزیدنٹ بھی دھما۔ اس لئے اس جگہ کے کا ذکر یا کم از کم سیٹن کا ذکر کسی دوسرے انداز میں کرنے میں انھیں کوئی قیامت نہیں تھی۔

علاوه ازیں بھی دھلی کا ریزیدنٹ سیٹن شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی ضبط شدہ جانداد کے والگراشت کرنے کی سفارش کرتا ہے۔

ان تمام باتوں کی روشنی میں سبھی تجھے نکلتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا نہ تو سیٹن سے کبھی اس طرح کا جگہدا ہوا اور اگر ہوا بھی ہوتا تو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ جیسے عالم اور صوفی کو اس سے دوبارہ تعلقات استوار کرنے کی پروانہ تھی کہ کسی کی سفارش یا وساحت کی ضرورت پڑتی اور اگر پڑی بھی تھی تو حضرت شاہ فخر صاحبؒ اس وقت کہاں موجود تھے وہ تو اس کے ریزیدنٹ ہونے سے اکیس سال پہلے ہی وصل فرما گئے تھے۔

اب آئیے ہم مناقب فخریہ کے مؤلف غازی الدین خاں نظام کی روایت کا تاریخی جائزہ لیں۔ مناقب فخریہ کے دوسرے سچابی میں شاہ فخر صاحب کے عادات و اطوار کے ذیل میں یہ میبارت لکھتے ہیں۔

«قرزندان شاہ ولی اللہ مخفور را در آغیہ منسدیان سلطانی از حولی
علیحدہ ساختہ و حولی را به ضبط آورده بودند۔ آنحضرت یہ حولی مبارک
جا وادند و غم خواری فرمودند و حولی مذکور را از جناب سلطان ہے ایشان
دہانیدند و باعزا و اگرام در آن جا رساتیدند یہ»

ترجمہ:- شاہ ولی اللہ کے صاحبزادوں کو باوشاہ کئے ملازمین نے

جب حویلی سے الگ کرو دیا اور اس حویلی کو ضبط کر لیا گیا (تو) آں حضرت (یعنی شاہ فخر صاحب) نے اپنی حویلی میں جگہ دی اور بہت غم خواری فرمائی اور ان کی حویلی بادشاہ سے واپس دلوادی اور عزت اور احترام سے وہاں پہنچایا ۔

مناقب فخری کی اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور ان کے بھائیوں کی حویلی کی ضبطی ظاہر ہے شاہ فخر صاحب کے زمانہ حیات یعنی ۱۴۶۷ء سے پہلے ہی ہوئی ہو گی۔ پھر ظاہر ہے کہ اگر یہ واقعہ پیش آیا ہو تو شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے انتقال کے بعد ہی ہوا ہوا کا اور شاہ ولی اللہ صاحب کا انتقال ۱۴۶۲ء میں ہوا۔ پھر نواب بخت خاں (جسے عام طور پر اس طرح کے واقعات کا ہیر و قار دیا جاتا ہے) کا انتقال ۱۴۸۲ء میں ہو جاتا ہے۔ نواب بخت خاں کے مرثی کے بعد اس طرح کے کسی بھی واقعہ کا کچھ دنوں کے لئے احتمال یوں نہیں ہوتا کہ دبی سے ایک طرح سے شیعوں کا اقتدار کچھ دنوں کے لئے ختم ہو جاتا ہے اور غلام قادر خاں روہیلہ کچھ دنوں کے لئے بر سر اقتدار آ جاتا ہے۔ ابمناقب فخری کے مؤلف کے مطابق شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے بھائیوں کے ساتھ میں اس طرح کا واقعہ اسی ۱۴۶۲ء اور ۱۴۸۲ء کے درمیان ہو سکتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے صاحبزادوں کی حویلی کس جنم کی پاداش میں ضبط ہو سکتی ہے؟ یہ حضرات مغلیہ سلطنت کے کسی طرح دشمن نہ تھے۔ بلکہ امراء و سلاطین ان بزرگوں کی زیارت اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے تھے۔ لکھ ان بزرگوں سے دعائیں کرواتے رہتے۔ خود شہزادگان اور شہنشاہ وقت متعدد بار شاہ عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ تو ممکن نہیں کہ بادشاہ ان بزرگوں سے ناراض ہو گیا ہو اور یہ ناراضگی ان کی حویلی کی ضبطی کا باعث بھی ہو۔ اس کے علاوہ یہ حضرات عامم اور مسونی تھے کہ سیاستدان کوں کا سیاسی اثر و اقتدار کچھ امراء کو شاق گزرا ہو اور انہوں نے یہ حکمت نازیما کی ہو۔

اب رہ گئے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی زندگی کے دواہم کارنامے جو س نامنے کے ایک طبقے کے لئے باعث خغلی ہو سکتے ہیں وہ یہ شاہ عبدالعزیز صاحب اشیعت کے بڑھتے ہوئے سیلاپ کو روکنا اور دوسرا فتویٰ دارالحرب ۔ پندوستان میں شیعیت کا رد اور اس کی مخالفت جس شدت کے ساتھ شاہ ولی اللہ راں کے خاندان نے کی ہے اب علم پر غصی نہیں ۔ مگر جس نامنے کا ہم ذکر کر رہے ہیں یعنی ۱۶۹۲ء سے ۱۸۸۷ء تک کے درمیان کا زمانہ) اس میں شاہ عبدالعزیز صاحب و ران کے باراد ران شیعیت کی مخالفت میں اس قدر متشدد تھے۔ بلکہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے تو سالہ ۱۸۷۳ء میں جیسی کتاب بھی اسی زمانے میں لکھی تھی جس کو پڑھ کر تعجب و تاہے اور خیال ہوتا ہے کہ کیا یہ وہی شاہ عبدالعزیز ہیں، جو چند سال کے بعد تھا اتنا عظیم ک مصنف ہوتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز ہی اپنے بھائیوں میں سب سے زیادہ شیعیت پا تردید میں پیش پیش رہے مگر ان کی یہ شدت تھا اتنا عشریہ کی تصنیف کے بعد ہی ظاہر و تی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر شیعیت کی مخالفت کے جرم میں حضرت شاہ عبدالعزیز ممتاز ہو گئی ضبط ہوئی، تو وہ تھا اتنا عشریہ کی تصنیف کے بعد ہی کا واقعہ ہو سکتا ہے۔ س لئے کہ اس تصنیف سے پہلے شاہ عبدالعزیز صاحب کی کوئی تصنیف باقاعدہ شیعیت پا ردمیں نہیں تھی۔ اور تھا اتنا عشریہ کی تصنیف حضرت شاہ فخر صاحب کے انتقال کے پانچ سال بعد ۱۸۷۳ء میں ہوئی ہے اس لئے حضرت شاہ فخر صاحب کی عمر خواری اور ان کی سفارشات کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کا دو برادر اکام جو حکام زمانہ کو ناپسند اور ان کی خغلی باعث ہو سکتا تھا وہ تھا ان کا فتویٰ دارالحرب اور انگریزوں کی ملازمت کی مخالفت ۔ شاہ عبدالعزیز صاحب ہی پہلے مندگ یہی جنہوں نے اپنی بصیرت سے انگریزوں کے بڑھتے ہوئے خطرے کو محسوس کیا اور پھر تاریخ میں پہلی بار انگریزی حلقة قدر کو دارالحرب قرار دیا اور تینجے کے طور پر انگریزوں کے خلاف جنگ کرنا بہرہ مسلمان کا رلیفہ نہ ہبہ ایسا ظاہر ہے کہ یہ فتویٰ ایسا تھا جس سے انگریز شاہ صاحب سے ناراضی ہو

سکتے تھے اور بہت محنت ہوئے ہوں۔ مگر سوال یہ ہے کہ اس فتوے سے تیجے کے طور پر انگریزوں کی خلیلی سے شاہ فخر سے صاحب کا کیا تعلق ہے؟ یہ فتویٰ یقیناً کرنل لیک کے تسلیم میں دہلی پر قبضہ کر لینے کے بعد ہی دیا گیا تھا اور شاہ فخر صاحب کا استھانا انگریزوں کے دہلی پر قبضہ سے اٹھا رہا سال پہلے ہی ۱۸۵۷ء میں ہو جاتا ہے، جیسا کہ ہم نے اور دیکھا شاہ عبدالعزیز صاحب کی پوری زندگی میں صرف دو ایسے بڑے کافر تھے جن سے ان کے زمانے کا ایک بڑا طبقہ ناخوش ہو سکتا تھا اور ان کے درپے آزاد ہو سکتا تھا۔ وہ کارناتے تھے تھے اتنا عشریہ کی تصنیف اور فتویٰ دار الحرب اور اسر سے متعلق چیزیں۔ مگر یہ دونوں کام شاہ فخر صاحب کی وفات کے بعد ہوئے ہیں۔ اگر حکومتی دیر کے لئے بھی مان لیا جائے کہ ان کی معركة الاراء تصنیف تفسیر فتح العزیز بھی ایک طبقہ کی خلیلی کا باعث ہوئی تھی جیسا کہ یہ لوگوں کا خیال ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ قرآن مجید بزبان فارسی بھی ان کی خلیلی کا باعث ہوا تھا اور خلیل اس قدر تھی کہ وہ لوگ شاہ ولی اللہ صاحب کو شہید کرنے کے لئے فتحیوری مسجد سک پہنچ گئے تھے۔ مگر شاہ عبدالعزیز صاحب کی یہ تصنیف بھی حضرت شاہ فخر صاحب کے وصال کے نو سال بعد ۱۸۶۹ء میں شروع ہوئی۔ اس لئے اس کا بھی سوال نہیں ہوتا۔

اب اور کوئی ایسی صورت بنظارہ نہیں نظر آتی جس میں ”متصلہ یان سلطانی“ اور کے اس قدر غلاف ہو گئے ہوں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کو ان کی اس عالیشان عمارت سے جسے خود مخلیہ بادشاہ محمد شاہ ۱۸۴۷ء تا ۱۸۵۷ء نے شاہ ولی اللہ صاحب کو ^{کلم} علیحدہ کروں۔ پھر اگر ایسا با غرض ہوا بھی تھا تو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کا آبا مکان ہندیوں میں موجود تھا آپ وہاں جا سکتے تھے۔ آپ کے بہت سے قریبی رشتہ دار

اور شاہ صاحب کے ارشد تلامذہ جیسے مولانا محمد ماشق پہلوتی، خواجہ محمد امین شیری اور مولانا کے خواص مولانا نور اللہ بخشانوی جن تینوں نے ۱۸۶۴ء-۱۸۷۳ء میں وفات پائی اس واقعہ کے نتائج میں یا تو زندہ تھے یا کم از کم ان کے مکانات تو موجود تھے ہی، آپ کو بدر جگہ اولیٰ وہاں تشریف لے جانا چاہیئے تھا۔ پھر شاہ عبدالعزیز صاحبؒ اور ان کے بھائیوں کے اجل تلامذہ بھی دہلی میں تھے، آپ وہاں جا سکتے تھے۔ شاہ فخر صاحب کے بھائیوں جانے کا تو ان سب کے بعد سوال ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں شاہ عبدالعزیز اور ان کے بھائی شاہ عبدالقادر و شاہ رفع الدین کی دہلی میں الگ الگ اس قدر رعاتت تھی کہ اس زمانے میں شاید ہی چند علماء ان کے مقابل کے ہوں۔ پھر شاہ اسمبلی شہید اور مولانا عبدالغفارؒ شاید ہی تمام ملماں اور مشائخ اس قدر بے کس و بے یار و مدد کا وغیرہ بھی ساختہ رہے ہوں گے۔ یہ تمام ملماں اور مشائخ اس قدر بے کس و بے یار و مدد کا سمجھ لئے گئے کہ ان کو بادشاہ کے چند ملازموں نے ہی خود ان کی بینی جویلی سے نکال دیا، کسی نے کچھ تعریض تک نہیں کیا۔ یہاں تک کہ خود فرزانہن شاہ ولی اللہ یا ان کے تلامذہ یا معتقدین نے ان کی زندگی کے اس اہم ساختے کو مارے ٹوکرے کبھی انکھیں ذکر بھی نہیں کیا اور تو اور خود مولانا فخر صاحب کے کسی اور مرید یا تاذکہ نگار نے حضرت مولانا کے اس ہمدردانہ فعل اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے ساتھ اس حداثے کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ یہ بات بالکل قریب قیاس نہیں معلوم ہوتی۔

اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا جائز اد کی ضبطی کا واقعہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی زندگی کے کسی بھی حصے میں پیش بھی آیا تھا یا یہ مرے سے ہی فرمی ہے۔ اس سوال کا جواب ذرا کافی مشکل ہے۔ اس لئے کہ اس سلطے میں ہمارے پاس کوئی بہت ہی معتبر اور صحیح روایت موجود نہیں ہے۔ اور ہندوستان میں خصوصاً اس زمانے کی تاریخ کو اس قدر توڑ مردڑ والا گیا ہے کہ اصل حقیقت کا اندازہ لگانا آسان نہیں۔ گزشتہ سال ایک کتاب پاکستان سے فضائل صحابہ و اہل بیت کے نام سے شائع ہوئی ہے جس کے مقدار سے میں محمد ایوب قادری صاحب لکھتے ہیں:-

”ضبطی جائزہ کا واقعہ صحیح ہے۔ کیونکہ جائزہ کے متعلق تحریری

حوالہ ملک ہے کہ شاہ عبدالعزیز دہلی ہجتے ۳۰ جون ۱۸۵۸ء کو ایک درخواست ریزیدنٹ دہلی کے توسط سے سکریٹری پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کو دی تھی کہ دہلی میں ان کی بوجاندرا ضبط ہو چکی ہے وہ واگذاشت کی جائے اس درخواست کو قابل انتہا سمجھا گیا چنانچہ کیفیت نئے خانے میں وسعت ہے

The Resident, Delhi forwards copy and letter from the Superintendent of the assigned territory, and recommends that the land in Havely paham formerly owned by Maulvi Shah Abdul Aziz be restored to him.

”شاہ عبدالعزیز کی یہ درخواست منظور ہو گئی اور دس جولائی ۱۸۵۸ء کو سکریٹری پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کی طرف سے ریزیدنٹ کو اطلاع دی گئی کہ گورنمنٹ شاہ عبدالعزیز کی جاندار واگذاشت ہونے کی تجویز منظور کرتی ہے“

پھر حاشیے میں ایوب قادری صاحب نے لکھا ہے ۔

”جاندار اور اس کے واگذاشت ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو“ پریس

لست آفت اولڈ ریکارڈس ان دی پنجاب سکریٹریٹ ۷ اول (دہلی ریزیدنٹی)
ایڈ اینجنسی (۱۸۵۸ء)“

محمد ایوب قادری صاحب نے جو عبارت نقل کی ہے وہ نامکمل سی ہے، پا
عبارت سامنے ہوتی تو نتیجہ تکالیف میں زیادہ آسانی ہوتی۔ پھر یہ اقتباس ان کو کہ
اور کس کیفیت کے خانے سے ملایا اور درخواست دینے کی تاریخ ان کو کہاں سے
ہوئی؟ اگر یہ اسی انگریزی عبارت کا ایک حصہ ہے تو پھر اسے بھی عبارت کے ساتھ
نقل کر دیا ہوتا۔ پھر سکریٹری پولیٹیکل ڈپارٹمنٹ کا اصل جواب بھی نہیں نقل کیا، جہاں
یہ اقتباس لیا ہے اس کا صفحہ غیر وغیرہ بھی نہیں دیا۔ جس کتاب کا اس میں حوالہ دیا گیا

اس نام کی کتاب تو مجھے نہ مل سکی۔ ایک دوسری کتاب زیر نظر ہے جس کا نام ہے، ریکارڈس آف دی دہلی ریزیڈنسی اینڈ لائیبئری (شانہ ۱۸۵۴ء تا ۱۸۷۶ء) مطبوعہ لاہور ۱۹۱۱ء ہے اور غالباً ایوب قادری صاحب کا مطلب اسی کتاب سے ہے مگر مجھے اس کتاب میں یہ عبارت دل مل سکی۔

ممکن ہے یہ بھارت صحیح ہولو راس میں جن مولوی شاہ عبدالعزیز کا ذکر ہے وہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ہی ہوں۔ اور اگر یہ بھی ہے تو ممکن ہے ان کے فتویٰ دار المعرفہ کے نتیجے کے طور پر ان کی یہ جائز ادھیصت ہوئی ہو۔ بہر حال اس عبارت سے بھی مناقب فرمیدی اور مناقب فرمیے دونوں کی روایات کی تردید ہوتی ہے اس لئے کہیر درخواست ۳۰ جون ۱۸۵۶ء کو دی گئی ہے اور دس جولائی ۱۸۷۶ء کو (یعنی کل دس دن کے اندر) منتظر ہو جاتی ہے اور اس کی سفارش کرنے والا اس زمانے کا دہلوی کا ریزیڈنٹ تھا۔ اور اس زمانے میں دہلوی کا ریزیڈنٹ تیٹھن ہی تھا۔ خلا ہر ہے کہ جو شخص شاہ عبدالعزیز صاحب سے اتنے اچھے تعلقات رکھتا ہو اور جوان کی جائزاد کی والپی کی سفارش کرتا ہو اُس نے شاہ عبدالعزیز صاحب سے کیونکر جھگڑا کیا ہوگا۔

پھر دوسری روایت کی تردید یوں ہو جاتی ہے کہ شاہ عبدالعزیزؒ کی جائزاد شانہ ۱۸۷۶ء میں واگذاشت ہوتی ہے اور حضرت شاہ فخر صاحب کا وصال اس سے باشیں سال پہلے ہی ۱۸۷۵ء میں ہو جاتکے۔

مناقب فرمیے ۱۸۷۶ء میں لکھی گئی۔ خلا ہر ہے اس وقت یہ عبارت مناقب فرمیے کے مؤلف نے تمہیں لکھی ہو گئی۔ غالباً بعد میں کسی نے اس عبارت کو شامل کر دیا یہ جیسا کہ اس کے فرما بعد کی عبارت سے اور کسی عبارت کے متعلق ہونے کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس طرح کی عبارات ہر زمانے کے تذکروں میں شامل کی گئی ہیں اور اسی وجہ سے خصوصاً علماء کے تذکروں کا طریقہ کافی گذرا ہو گیا ہے۔ ان کی تحقیق اور پھر کم و جھوٹ کو الگ الگ کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ (بھکری بُرهان)